حل و عقد مشرقی پاکستان کو مزید مشکلات میں جان بوجھ کر مبتلا کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے نازک دَور میں اللہ ہی حافظ و ناصر ہے، اور یہ اسی کا فضل و کرم ہے کہ اس ابتلا و آزمائش کے وقت اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا کے ملکوں کو مشرقی پاکستان کے بھائیوں کی مدد و تعاون کے لئے آمادہ کر دیا، اور سارے دوست اور بہی خواہ ملکوں کے نمائندے بڑی دریا دلی کے ساتھ امدادی سامان لے کر طوفان زدہ علاقوں تک پہنچ گئے، محترم المقام صدر جناب یحییٰ خان کی توجہ اور التفات سے بحمداللہ اس سماوی آفت سے بچنے کے لئے مختلف منصوبے عمل میں لائے جا رہے ہیں۔

سنہ ۱۹۷۱ء کا سال پاکستان کے لئے بڑی امیدوں کا سال آیا ہے، فلاکت زدہ غریب لوگوں کی آزمائش و ابتلا، عروج تک پہنچنے کے بعد ایسے دَور کا آغاز ہوا چاہتا ہے کہ ملک میں صحیح قسم کی جمہوری حکومت قائم ہونے کو ہے۔ اور عوام کے نمائندے عوام کی خوشحالی اور فارغ البالی کی خاطر ایسے قوانین وضع کرنے کے منصوبے میں ہیں، جن پر عمل کرنے سے ملکی استحکام کے ساتھ ساتھ معقول طور پر ساری مشکلات کا حل ممکن ہو سکے گا۔

چودہ سو سال پیشتر اسلام نے جس انقلاب کی ابتدا کی، اور جن تعلیمات کو عام کرنے کے لئے اسلام ظہور پذیر ہوا، ان کا مقصد یہی تھا کہ سارے لوگوں کو ایک سطح پر مساوات کا گرویدہ بنایا جائے، اور ہمدردی اور ایثار و قربانی کو اسلام کے پیرو کار اپنا لائحہ عمل بنائیں تاکہ لوگوں کے حقوق محفوظ ہو جائیں اور کسی کو کسی پر دست درازی کا خیال نہ آئے۔ خود بھی جئیں اور دوسروں کو بھی اپنی طرح جینے دیں۔ جب تک اہلِ اسلام ان تعلیمات پر کاربند رہے، ان کا بول بالا رہا اور ایشیا و افریقہ اور یورپ کے ہر گوشے میں ان کی ثقافت و تہذیب کا اثر غالب رہا، جب دوسرے مذاہب والے خصوصاً عیسائی اور یہودی مسلمانوں کے فضائل و اخلاق سے پوری طرح آگاہ ہوئے تو انھوں نے اہلِ اسلام کے دینی افکار و اعمال کو ان کی کامیابی و ہردلعزیزی کی کلید سمجھا، اور اپنے عقاید پر بظاہر قائم و برقرار رہتے ہوئے اسلامی تعلیمات کی خصوصیتوں کو ذہن نشین کرتے ہوئے مسلمانوں کے فضائل و محاسن کو اپنا کر چار دانگِ عالم میں ترقی و بہبودی کے ڈنکے بجانے لگے۔ اور اس طرح آہستہ آہستہ خود اسلامی ممالک پر اپنا اقتدار قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ بیسویں صدی میں مسلمان خوابِ غفلت سے بیدار ہوئے، تو یہ احساس کرنے لگے کہ

[redacted]

© rasailojaraid.com

ترقی و بہبود کے لئے مغربی ثقافت کو اپنانا ضروری ولابدی ہے، یہ خیال اس قدر بڑھتا گیا کہ اب سلا اسلامی عالم اسی ثقافت کے رنگ میں رنگا ہوا ہے، پاکستان کے مسلمان اپنی مذہبی روح کو اپنے زعم میں غیر اسلامی آلائشوں سے پاک سمجھتے تھے، اور اپنی برتری کے راگ الاپتے تھے، مگر سرمایہ دار ملکوں کی اعانت سے یہاں کے لوگ بھی سرمایہ داری کے جال میں پھنستے گئے اور آج ایسے پھنسے ہیں کہ اپنی زندگی قائم رکھنے میں دوسروں کے محتاج و دستِ نگر ہو کر رہ گئے ہیں۔ پہلی، دوسری اور تیسری پنج سالہ منصوبہ بندیوں نے ان کی ذہنی صلاحیتوں کو اس طرح ڈھال دیا ہے کہ آج ملک کے شعبۂ نشر و اشاعت کی ساری توجہ انگریزی تہذیب و تمدن اور انگریزی زبان کی ترویج و اشاعت پر مرکوز ہو کر رہ گئی ہے۔

ہمارے یہاں کے ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے بیشتر پروگرام آپ کو یقین دلائیں گے کہ شائد مسلمانوں کی اپنی کوئی ثقافت نہیں اور ساری ترقی اس بات پر موقوف ہے کہ ہم ان کے تراجم اور ان کی اصطلاحات کو اپنائیں۔ اس میں شبہ نہیں کہ ان کی سرگرمیوں کی بدولت آج ہماری زبان و ادب اور زندگی میں مغربی طرز تمدن اور امریکی و یورپی افکار ہر ہر گام پر دخیل ہیں، ہماری تعلیم گاہوں میں ان کا عمل دخل تقریباً دو صدیوں سے جاری و ساری ہے۔

ان حالات میں یہ خیال کرنا کہ ہمارے نوجوانوں میں اسلام اور اسلامی تعلیمات سے بیگانگی کے ساتھ ساتھ بیزاری بڑھتی جاتی ہے، نیز یہ احساس کہ اہلِ پاکستان اسلامی تعلیمات و روایات کو زندہ رکھنے کے لئے برصغیر کی تقسیم کے ہمنوا ہوئے تھے اور اپنا سب کچھ قربان کر کے پاکستان کے حصول میں شب و روز جد و جہد کرتے رہے تھے یقیناً نہایت عجیب اور مضحکہ خیز سمجھا جائے گا۔ اس لئے کہ متحدہ ہند میں انگریزوں کے تسلط سے لے کر تقسیم تک ہمارے رہنماؤں اور مصلحین کی کوشش یہی رہی کہ انگریزی علوم کے ساتھ انگریزی ثقافت کو اپنانا چاہیئے تاکہ ہم ترقی یافتہ سمجھے جائیں، اور پاکستان بنانے کے بعد برابر آج تک عملی طور پر ہم اسی شاہراہ پر گامزن رہے ہیں۔

اور اب نتیجہ ہمارے سامنے ہے کہ ہم اپنے دینی دائرے سے اپنے کردار میں دُور اور بہت دُور جا پڑے ہیں اور ہماری جانشینی کا دم بھرنے والے اس دائرے سے مزید دُور ہوتے جا رہے ہیں۔ علوم و فنون میں ترقی تو کُجا روز افزوں تنزل ہے، اور جب زندگی کے شعبوں میں ہم کسی طرح بھی دوسری متمدن اقوام کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو بجا طور پر ہم یہ سوچنے پر مجبور ہیں کہ ہم غلط راستے پر